بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حبیب الرحمٰن اعظمی

محدثین دہلی اوران کے چشمۂ علم وعرفان سے سیراب علمائے دیوبند اپنے مسلک اور دینی رخ کے اعتبار سے کلیتًا اہل السنۃ والجماعۃ ہیں پھر وہ خود رَو قسم کے اہل سنت نہیں؛ بلکہ اوپر سے ان کا سندی سلسلہ جڑا ہوا ہے؛ اس لیے مسلک کے اعتبار سے وہ نہ کوئی جدید فرقہ ہیں نہ بعد کی پیداوار ہیں؛ بلکہ وہی قدیم اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلسل سلسلہ ہے جو اوپر سے سند متصل اور استمرار کے ساتھ کابراً عن کابرٍ چلا آرہا ہے۔

علمائے دیوبند کے اس جامع، افراط وتفریط سے پاک مسلک معتدل کو سمجھنے کے لیے خود لفظ اہل السنۃ والجماعۃ میں غور کرنا چاہیے جو دو اجزاء سے مرکب ہے ایک ''السنۃ'' جس سے اصول قانون اور طریق نمایاں ہیں اور دوسرا ''الجماعۃ'' جس سے شخصیات اور رفقائے طریق نمایاں ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے اس ترکیبی کلمہ سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوتی ہے کہ اس مسلک میں اصول وقوانین بغیر شخصیات کے اور شخصیات بغیر قوانین کے معتبر نہیں؛ کیوں کہ قوانین ان شخصیات ہی کے راستے سے آتے ہیں اس لیے ماخوذ کو لیا جانا اور ماخذ کو چھوڑ دینا کوئی معقول مسلک نہیں ہوسکتا۔

حدیث ''ما أنا علیه وأصحابي'' میں بہتّر فرقوں میں سے فرقۂ ناجیہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار حق ان ہی دو چیزوں کو قرار دیا ''ما انا'' سے اشارہ سنت یعنی طریق نبوی یا قانون دین کی طرف ہے اور ''واصحابی'' سے اشارہ الجماعۃ یعنی

برگزیدہ شخصیات کی طرف ہے؛ بلکہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں اصحابی کے بجائے الجماعۃ کا صریح لفظ موجود ہے۔

اس لیے تمام صحابہ، تابعین، فقہائے مجتہدین، ائمہ محدثین اور علمائے راسخین کی عظمت ومحبت ادب واحترام اور اتباع وپیروی اس مسلک کا جوہر ہے؛ کیوں کہ ساری دینی برگزیدہ شخصیتیں ذات نبوی سے انتساب کے بدولت ہی وجود میں آتی ہیں۔ پھر مختلف علوم دینیہ میں حذاقت ومہارت اور خداداد فراست وبصیرت کے لحاظ سے ہر شعبۂ علم میں ائمہ اور اولوالامر پیدا ہوئے اور امام ومجتہد کے نام سے انھیں یاد کیا گیا۔ مثلاً ائمہ اجتہاد میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ حدیث میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی وغیرہ، ائمہ احسان واخلاص میں اویس قرنی، فضیل بن عیاض وغیرہ، ائمہ حکمت وحقائق میں امام رازی، امام غزالی وغیرہ، ائمہ کلام میں ابوالحسن اشعری، ابومنصور ماتریدی وغیرہ نیز اسی قسم کی دین کی اور برگزیدہ شخصیتیں ہیں جن کی درجہ بدرجہ توقیر وعظمت مسلک دیوبند میں شامل ہے۔

پھر ان تمام دینی شعبوں کے اصول وقوانین کا خلاصہ دو ہی چیزیں ہیں: ''عقیدہ وعمل'' عقیدے میں تمام عقائد کی اساس وبنیاد عقیدۂ توحید ہے اور عمل میں سارے اعمال کی بنیاد اتباع سنت ہے۔

مسلک دیوبند میں عقیدۂ توحید پر بطور خاص زور دیا جاتا ہے تاکہ اس کے ساتھ شرک یا موجبات شرک جمع نہ ہوں اور کسی بھی غیر اللہ کی اس میں شرکت نہ ہو۔ ساتھ ہی تعظیم اہل اللہ اور اربابِ فضل وکمال کی توقیر کو عقیدۂ توحید کے منافی سمجھنا مسلک کا کوئی عنصر نہیں۔

علمائے دیوبند کا یہ ایمان ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر وافضل الانبیاء ہیں، مگر ساتھ ہی آپ کی بشریت کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ آپ کے علو درجات کو ثابت کرنے کے لیے حدود عبدیت کو توڑ کر حدود معبودیت میں پہنچا دینے سے کلی احتراز کرتے ہیں۔ وہ آپ کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے ہیں؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتے۔

علمائے دیوبند برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی کے قائل ہیں؛ مگر وہاں

معاشرت دنیوی کو نہیں مانتے۔ وہ آپ کے علم عظیم کو ساری کائنات کے علم سے بدرجہا زیادہ مانتے ہیں پھر بھی اس کے ذاتی ومحیط ہونے کے قائل نہیں۔

علماء دیوبند تمام صحابہ کی عظمت کے قائل ہیں؛ البتہ ان میں باہم فرق مراتب ہے تو عظمت مراتب میں بھی فرق ہے؛ لیکن نفس صحابیت میں کوئی فرق نہیں اس لیے محبت وعقیدت میں فرق نہیں پڑسکتا پس "الصحابة کلهم عدول" اس مسلک کا سنگ بنیاد ہے۔ صحابہ بحیثیت قرن خیر من حیث الطبقۃ ہیں اور پوری امت کے لیے معیار حق ہیں۔ علمائے دیوبند انھیں غیر معصوم ماننے کے باوجود ان کی شان میں بدگمانی اور بدزبانی کو جائز نہیں سمجھتے اور صحابہ کے بارے میں اس قسم کا رویہ رکھنے والے کو حق سے منحرف سمجھتے ہیں۔

علمائے دیوبند کے نزدیک ان کے باہمی مشاجرات میں خطا وصواب کا تقابل ہے حق وباطل کا، طاعت ومعصیت کا نہیں؛ اس لیے ان میں سے کسی فریق کو تنقید وتنقیص کا ہدف بنانا جائز نہیں۔

علمائے دیوبند تمام صلحائے امت واولیاء اللہ کی محبت وعظمت کو ضروری سمجھتے ہیں؛ لیکن اس محبت وتعظیم کا یہ معنی قطعاً نہیں لیتے کہ انھیں یا ان کی قبروں کو سجدہ وطواف اور نذر وقربانی کا محل بنالیا جائے۔

وہ اہل قبور سے فیض کے قائل ہیں استمداد کے نہیں۔ حاضری قبور کے قائل ہیں؛ مگر انھیں عیدگاہ بنانے کو روا نہیں سمجھتے وہ ایصال ثواب کو مستحسن اور اموات کا حق سمجھتے ہیں؛ مگر اس کی نمائشی صورتیں بنانے کے قائل نہیں۔

وہ تہذیب اخلاق، تزکیۂ نفس اور عبادت میں قوتِ احسان پیدا کرنے کے لیے اہل اللہ کی بیعت وصحبت کو حق اور طریق احسانی کے اصول وہدایت کو تجرباً مفید اور عوام کے حق میں ایک حد تک ضروری سمجھتے ہیں اور اسے شریعت سے الگ کوئی مستقل راہ نہیں سمجھتے؛ بلکہ شریعت ہی کا باطنی واخلاقی حصہ مانتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ علمائے دیوبند احکام شرعیہ وفروعیہ اجتہادیہ میں فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے ہیں؛ بلکہ برصغیر میں آبادکم وبیش پچاس کروڑ مسلمانوں میں نوے فیصد سے زائد اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مسلک ہے؛ لیکن اپنے اس مذہب ومسلک کو آڑ بنا کر دوسرے

فقہی مذاہب کو باطل ٹھہرانے یا ائمۂ مذاہب پر زبانِ طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتے؛ کیوں کہ یہ حق و باطل کا مقابلہ نہیں ہے؛ بلکہ صواب وخطا کا تقابل ہے۔ مسائلِ فروعیہ اجتہادیہ میں ائمۂ اجتہاد کی تحقیقات میں اختلاف کا ہوجانا ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ اور شریعت کی نظر میں یہ اختلاف صحیح معنوں میں اختلاف ہے ہی نہیں؛ قرآن حکیم ناطق ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وصّٰى به نُوحاً وَالَّذِىْ اَوْحَيْنَا إلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِه إبْرَاهِيْمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى أَنْ اَقِيمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا (الشوریٰ)

ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک شریعتوں اور منہاج کا کھلا ہوا اختلاف رہا، پھر بھی قرآن حکیم اس کو ایک ہی دین قرار دے رہا ہے اور شریعتوں کے باہمی فروعی اختلاف کو وحدتِ دین کے معارض نہیں سمجھتا۔ اگر یہ فروعی اختلاف بھی افتراق واختلاف کی حد میں آسکتے تو پھر "وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ" کا خطاب کیوں کر درست ہوتا۔

لہٰذا جس طرح شرائعِ سماویہ فروعی اختلاف کے باوجود ایک ہی دین کہلائیں اور ان کے ماننے والے سب ایک ہی رشتۂ اتحاد واخوت میں منسلک رہے۔ تحزب وتعصب کی کوئی شان ان میں پیدا نہیں ہوئی؛ اسی لیے وہ "وَكَانُوْا شِيَعاً" کی حد میں نہیں آئے۔ ٹھیک اسی طرح ایک دینِ حنیف کے اندر فروعی اختلافات، اس کی شانِ اجتماعیت وحدت میں خلل انداز نہیں ہوسکتے۔

مواقعِ اجتہاد میں اہل اجتہاد کا اجتہاد دین ہی کا مقرر کردہ اصول ہے، اسے دین میں اختلاف کیسے کہا جاسکتا ہے۔ رہا جماعتِ مجتہدین میں سے کسی ایک کی پیروی وتقلید کو خاص کرلینا تو دین کے بارے میں آزادیِ نفس سے بچنے اور خودرائی سے دور رہنے کے لیے امت کے سوادِ اعظم کا طریقِ مختار یہی ہے، جس کی افادیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بابِ تقلید میں علمائے دیوبند کا یہی طرزِ عمل ہے۔ وہ کسی بھی امام، مجتہد یا اس کی فقہ کی کسی جزئی کے بارے میں تمسخر، سوئے ادب، یا رنگِ ابطال وتردید سے پیش آنے کو خسرانِ دنیا وآخرت سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک یہ اجتہادات شرائعِ فرعیہ ہیں، شرائعِ اصلیہ نہیں کہ اپنے فقہ کو موضوع بناکر دوسروں کی تردید یا تفسیق وتضلیل کریں؛ البتہ اپنے اختیار کردہ فقہ پر ترجیح کی حد تک مطمئن ہیں۔

اب رہا مسئلہ احکامِ اجتہادیہ میں ان کی ترجیحات اور طریقِ عمل کا تو کتاب وسنت اور امت میں متوارث قواعدِ نصوص کی روشنی میں ان پر بحث وگفتگو کی جاسکتی ہے، جس کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے، عہدِ صحابہؓ سے یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ اس نوع کے مسائل میں اہلِ نظر علماء قواعد واصول کے تحت صواب وخطا اور راجح ومرجوح کی حد تک بحث ونظر کرتے رہے ہیں۔

لیکن ان اجتہادی ومختلف فیہ مسائل کو آڑ بنا کر ملتِ واحدہ میں انتشار اور تفرقہ پیدا کرنا اور انھیں حق وباطل کا معیار ٹھہرا کر مسلمانوں کو ہدایت وضلالت کے متضاد خانوں میں تقسیم کردینا، تو یہ نہایت خطرناک رویہ ہے جس سے اہل السنۃ والجماعۃ کے سلف وخلف کا دامن پاک وصاف رہا ہے؛ بلکہ اس غیر معقول ناروا روش کے دروازے کو بند کرنے کے لیے؛ تاکہ امتِ مسلمہ کی وحدت برقرار رہے، سلفِ صالحین وعلمائے راسخین نے نصوص فہمی اور تاویل واجتہاد کے سلسلے میں ایک علمی دستور اور منہاج مقرر کردیا، جس کے ذریعے انھوں نے نصوص وآراء میں جمع وتطبیق کی راہیں ہموار کیں اور امت کو ''مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا وَکَانُوْ شِیَعاً، کُل حِزبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ'' کا مصداق بننے سے بچالیا۔

❁ ❁ ❁